ابتدائی سلوک

(نقشبندی)

(از قلم)

رہبرِ ربانی قبلہ گاہم روحانی

حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی

(قدس اللہ سرہ)

ترجمہ و مقدمہ

پروفیسر علی نواز حاجن خان جتوئی

نقشبندی۔ مجددی۔ مصطفائی

انتساب

حضور قبلہ گاہم قدس اللہ سرہٗ کے اس چھوٹے سے
رسالے "ابتدائی سلوک" کو،
نہایت عقیدتمندی کے ساتھ حضور قبلہ گاہم کے قائم مقام
فرزند ارجمند قبلہ حضرت محمد عبداللہ جان سرہندی عرف
حضرت شاہ آغا رحمۃ اللہ علیہ کے نامِ نامی سے
منسوب کرتا ہوں۔

احقر
علی نواز حاجن خان جتوئی

پیش لفظ

اس مختصر مگر پر معنیٰ، کتابچہ کو حضرت قبلہ خواجہ محمد حسن جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی سلوک کے بارے میں، فارسی زبان میں تحریر فرمایا تھا۔ مذکورہ کتابچہ میں سب سے پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ ایک رہبر یعنی مرشد میں کونسی خوبیاں اور اوصاف کا ہونا ضروری ہے اور یہ کہ سالک پر کونسی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اس کے علاوہ سالک کو ذکر و اذکار، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے روحانی مدارج طے کرنے کے طور طریقے، نہایت خوبصورت اور دلنشیں انداز سے سمجھائے گئے ہیں۔

محترم علی نواز حاجن خان جتوئی نے اس کتابچہ کا سندھی۔ اور۔ اردو میں ترجمہ کر کے بڑی دینی خدمت سرانجام دی ہے، اور اپنے مقدمے میں سرہندی بزرگوں کے حسب نسب اور ان کی دینی خدمتوں کا مفصل جائزہ پیش کیا ہے۔

اس سلسلۂ عالیہ کے موجودہ سجادہ نشین طبیبِ روحانی وجسمانی حضرت پیر عبد الحمید جان سرہندی مدظلہ العالی، صوم وصلوٰۃ کے پابند، عبادت و ریاضت و مجاھدات میں یکتا، عاجزی وانکساری، خُلق و مروت میں بے مثال، علم و فضل میں ممتاز اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مستغرق ہیں۔ آپ کی ذاتِ گرامی ہم سب کیلئے اللہ تعالٰی کی جانب سے بڑی نعمتِ عظمیٰ ہے، جن سے

خاص طور پر ہم سب مریدین و معتقدین اور دوسرے انسان یکساں طور پر فیضیاب ہو رہے ہیں۔

آپ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ عبدالوحید جان سرھندی دامت برکاتہم نے چھوٹی سی عمر میں یعنی صرف ۲۰ سال کے اندر زہد و تقویٰ، قرآن، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ اور علوم ظاہری و باطنی میں جو کمال حاصل کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ حضرت قبلہ پیر حسن جان رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اپنی مثال آپ ہیں اور یہ آپ کے آباؤ اجداد کے فیض کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کے سایۂ عاطفت کو ہم پر ہمیشہ دائم و قائم رکھے اور ان کی عمر دراز عطا فرمائے۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد!

یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کل میں جو کچھ بھی ہوں وہ ان مرشدانِ کرام کی نظرِ کرم کا ہی نتیجہ ہے، ورنہ میں تو ایک ذرۂ ناچیز ہوں۔ مجھ گنہگار کو ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو ڈیوٹی اور محبت میرے مرشدِ گرامی کے توسط سے نصیب ہوئی ہے، خدا تعالیٰ مجھے اس پر قائم رکھے اور میری آل و اولاد کو بھی اس مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خادم الفقراء

سید قمر الزمان شاہ

یکم، رجب المرجب ۱۴۱۰ ہجری۔

مقدمہ

ٹنڈو سائینداد نزد ٹنڈو محمد خان میں سرہندی بزرگوں کی خانقاہ ہے جو پاکستان اور بیرونِ ملک میں شریعت اور طریقت کے لحاظ سے مشہور و معروف ہے۔ اس گاؤں میں مذکورہ خانقاہ کا قیام، قبلہ گاہم روحانی رہبرِ ربانی، حضرت خواجہ محمد حسن جان قدس سرہٗ العزیز کی زندگی میں ۱۳۴۱ھ میں عمل میں آیا۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹ شوال ۱۲۷۸ھ میں قندھار شہر (افغانستان) میں ہوئی۔ آپ کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت آپ کے والدِ ماجد حضرت خواجہ حاجی عبدالرحمان جان قدس سرہٗ نے فرمائی، جو اپنے وقت کے جلیل القدر ولی اللہ تھے۔ آپ کا حسب نسب حضرت امام ربانی شیخ احمد فاروق مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۱، واسطوں سے جا ملتا ہے اور ۳۲ ویں واسطے سے حضرت امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت خواجہ عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ والیٔ افغانستان امیر عبدالرحمان کے دورِ اقتدار میں ہجرت کر کے افغانستان سے سندھ کے گاؤں ٹکھڑ میں آباد ہوئے جو ضلع حیدرآباد کے تعلقے گونی میں ہے، وہاں سے قبلہ گاہم خواجہ محمد حسن جان ہجرت فرما کر ٹنڈو محمد خان کے نزدیک ٹنڈو سائینداد

میں آکر رہائش پذیر ہوئے، آپ کی عمر مبارک ۸۷ سال تھی، آپ نے ۵ حج ادا کیے، کئی مدرسے اور مسجدیں تعمیر کروائیں اور تقریباً ۲۰ کتابیں اور رسالے تصنیف کئے۔ یہ مختصر کتابچہ بنام "ابتدائی سلوک" آپ نے فارسی زبان میں تحریر فرمایا تھا۔ اس کی ایک نقل مرحوم رئیس دھنی بخش خان جتوئی کو ان کی استدعا پر عنایت فرمائی تھی۔ مرحوم دھنی بخش خان جتوئی کے بعد یہ نقل رئیس شمس الدین خان جتوئی کے پاس موجود ہے۔ اس خاکسار نے اسی نقل سے سندھی اور اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

برِ اعظم ایشیا میں تصوف کے چار بڑے سلاسل موجود ہیں؛ سُہروردی، چشتی، قادری اور نقشبندی۔ ہر سلسلے کی کئی شاخیں ہیں اور ہر شاخ سے کئی گوشے نکل آتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلوک کے کئی نمونے نمودار ہو گئے ہیں اور ان سب میں کچھ نہ کچھ فرق موجود ہے۔ یہ فرق مختلف طبیعتوں کے تقاضاؤں کا نتیجہ ہیں۔ جو الہامی طور پر جلیل القدر بزرگوں کے قلوب پر واردات کے طور پر رونما ہوئے ہیں۔

سلسلۂ نقشبندیہ حضرت بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی سے شروع ہوا۔ آپ سے پہلے یہ سلسلہ "طریقۂ خواجگاں" کے نام سے مشہور تھا اور اس کی ابتدا میں ذکرِ زبانی شامل تھا۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے الہام کی بنا پر اس کو بند کیا اور سلوک کی ابتدا "لا الٰہ الا اللہ" کے پوشیدہ ذکر سے کرائی۔ حبسِ دم یعنی (سانس کو روکنا) کے ساتھ ذکر کرنا بھی آپ سے رائج ہوا، جو آپ کو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے حاصل ہوا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہ حضرت شیخ ابو علی فارمدی طوسی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، ذکر کے چار (۴) مراحل بتائے ہیں جن میں (۳) تین ذکر کے چھلکے ہیں اور چوتھا ان کا مغز ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرت شیخ ابو علی فارمدی طوسی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ خواجگان کے بزرگ حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد تھے۔

حضرت امام غزالیؒ کے قول کے مطابق ذکر کا پہلا چھلکا زبانی ذکر ہے جس میں زبان تو ذکر کرے، مگر دل غافل ہو۔ اس قسم کے ذکر سے کوئی خاص فائدہ نہیں، سوائے اس کے کہ زبان بیہودہ باتوں سے دور رہتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ زبانی ذکر سے دل متاثر ہو کر ذکر کی طرف متوجہ ہو جائے۔ ذکر کا دوسرا چھلکا دل میں پوشیدہ ذکر ہے۔ ایسے ذکر میں دل کو حظ نہیں آتا مگر زبردستی اس سے ذکر کرایا جاتا ہے۔

ذکر کی اصل ابتدا یہیں سے ہوتی ہے۔ ذکر کا تیسرا چھلکا دل کے ذکر کے ساتھ دائمی مشغول رہنا ہے، اس طرح کہ اگر دل کو زبردستی بھی روکا جائے تو نہ رکے۔ خوش نصیب ہے وہ سالک جس کو یہ مرحلہ حاصل ہو جائے، مگر پھر بھی یہ چھلکا ہے اور مغز نہیں جو مطلوب اور مقصود ہے "اللہ اللہ" کرنے کا۔

ذکر کا چوتھا مرحلہ اس کا مغز ہے جس میں "اللّٰہ اللّٰہ" کرنا بند ہو جاتا ہے اور مذکور یعنی وہ ذات پاک جسے ہم "اللّٰہ" کہتے ہیں وہ قلب میں سما جاتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق

ولایت یہاں سے ہی شروع ہوتی ہے. کچھ بزرگوں کے قول کے مطابق مثلاً حضرت خواجہ محمد حسن جان قدس سرۃ العزیز کے قول کے مطابق جب اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک "اللہ اللہ" ملکہ بن جاتا ہے اور دائمی جاری رہنے کی صورت اختیار کرلیتا ہے تو بھی ذاکر کا نام اولیاء اللہ کے دفتر میں داخل کیا جاتا ہے. کیونکہ ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں رہتا. سالک کو اگر ذکر کا چوتھا مرحلہ حاصل ہو جائے تو پھر بھی اسم سے ذکر کرنے کو بالکل نہ چھوڑے اور اگر چوتھے مرحلہ میں کمزوری محسوس کرے تو اسم سے ذکر ضرور کرے تاکہ ناپختگی دور ہو جائے.

نقشبندی سلسلے میں حضرت شاہ نقشبندؒ سے پہلے جو بزرگ گزرے ہیں ان کا زور اس بات پر تھا کہ سالک ذکر کرنے میں اتنی محنت کرے کہ وہ خود بخود جاری رہے خواہ اس میں اسم ہو یا نہ ہو. اسم کے بغیر یادِ الٰہی بہتر ہے اس سے کہ اسم کے ساتھ ہو کیونکہ یہ مراقبہ کی صورت اختیار کرلیتا ہے اور اس سے "یاد داشت" کی نسبت حاصل ہو جاتی ہے، نقشبندی سلوک کا حاصل مطلب یہی ہے کہ "یاد داشت" کی نسبت حاصل ہو جائے.

اوپر بتایا گیا ہے کہ حضرت شاہ نقشبندؒ نے ذکر کی ابتدا "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" سے کرائی تھی اور "اللّٰه" کے ذکر کو بعد میں رکھا. مگر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے سلوک کی ابتدا "اللّٰه" اسم سے کرائی اور "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کو بعد میں رکھا.

بزرگوں کا کہنا ہے کہ "اَللّٰه اَللّٰه" ذکر سے سالک میں "جذب" جلد

پیدا ہوتا ہے اور "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" ذکر سے سلوک جلد طے ہوتا ہے۔

پہلے طریقے کے مطابق ذاکر "مجذوب سالک" ہوتا ہے اور دوسرے طریقے کے مطابق ذاکر "سالک مجذوب" ہوتا ہے۔

جب تک سالک "جذب" حاصل نہیں کرتا وہ "ولی اللہ" نہیں بن سکتا خواہ وہ جذب ابتدا میں حاصل کرے یا بعد میں پائے۔ اگر اس نے ابتدا میں جذب حاصل کیا تو "مجذوب سالک" کہلایا جائے گا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ سلوک ذاکر کی کوشش سے طے ہوتا ہے مگر "جذب" محض اللہ تعالے کے فضل سے حاصل ہوتا ہے، ذاکر کی کوشش کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحؒ کے سلوک کے مطابق مخفی ذکر کو سینے کے مختلف مقامات میں کرنا پڑتا ہے، ان کو "لطائف کے مقامات" کہا جاتا ہے جیساکہ اس کتابچہ میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کو دل کے اندر جاری رکھنے پر اکتفا کیا۔ جس سے سب لطائف بیدار ہو جاتے ہیں۔ مقصد سب لطائف کو بیدار کرنا ہے تفصیل کے ساتھ یا اجمالی طور پر۔

ذکر کرنے سے جب لطائف بیدار ہوتے ہیں تو ذاکر کو مختلف رنگوں کی تجلیاں نظر آتی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحؒ کے خلفا کی تحریروں کے مطابق قلبی لطیفہ کا رنگ "پیلہ"، روحی لطیفہ کا "سُرخ"، سری لطیفہ کا "سُفید"، خفی لطیفہ کا "سیاہ" اور اخفیٰ لطیفہ کا "سبز" ہوتا ہے، مگر حضرت قبلہ گاہم رحؒ کی تحریر کے مطابق قلبی لطیفہ کے نور کا رنگ سفید، روحی کا پیلہ

اور سری کا سُرخ بتایا گیا ہے۔ اس اختلاف کے بارے میں جب حضرت حافظ محمد ہاشم جان رحمۃ اللہ علیہ (یہ حضرت قبلہ گاہم کے تیسرے نمبر فرزند تھے) سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اصل مقصد لطائف کو بیدار کرنا ہے، تجلیوں کے رنگوں کے اختلاف کو کوئی اہمیت نہیں۔

نقشبندی سلسلے کیمطابق اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے کے تین طریقے ہیں، ایک ذکر، دوسرا مراقبہ اور تیسرا رابطہ۔ ذکر جب پختہ ہو جاتا ہے اور ملکہ بن جاتا ہے اور بند نہیں ہوتا تو اس سے نسبت "یاد داشت" حاصل ہوتی ہے اور سالک واصل باللہ ہو جاتا ہے، اگر یہ نہ ہو تو پھر ذکر صرف نفس کا شغل یا معمول رہ جاتا ہے اور نفس فنا نہیں ہوتا۔ نفس کا اپنے آپ سے اور اپنے ارادہ سے دستبردار ہونا اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے آگے جھک جانا اس کے فنا ہونے کی نشانی یا علامت ہے۔

جب ذکر ملکہ بن جاتا ہے تو قلبی لطیفہ فنا ہو کر بقا حاصل کرتا ہے، اور پھر اس کا رنگ نفس کے لطیفہ پر آتا ہے۔ جب لطیفۂ قلبی کا رنگ لطیفۂ نفس پر مکمل طور پر آجاتا ہے تو وہ بھی فنا پا کر بقا حاصل کرتا ہے۔ اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ نفس کی امارگی اور سرکشی بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا اپنا ارادہ ختم ہو جاتا ہے اور الٰہی ارادہ کے تحت آکر راضی برضائے مولیٰ پاک ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے اخلاقِ الٰہی ظہور ہوتے ہیں۔ وہ وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے کہ وہ خود اور کل کائنات کی ہر چیز از خود فانی مگر از خدا باقی ہے۔ یہ ادراک وجدانی طور پر ہونا چاہیئے نہ کہ عقلی

اور منطقی طور پر، اور دائمی ہونا چاہیئے۔ اگر یہ ادراک وقتی طور پر ہوتا ہے تو اس کو "سیر" کہا جاتا ہے۔ اگر دائمی ہوتا ہے تو "مقام" کہا جاتا ہے اس کیفیت میں سالک کو ربّ تعالیٰ کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے، گویا کہ خدا تعالےٰ کو دیکھ رہا ہے۔ توحید یہاں آکر صحیح معنیٰ میں درست ہو جاتی ہے اور شرک خفی ختم ہو جاتا ہے۔

واصل باللہ ہونے کا دوسرا طریقہ "مراقبہ" ہے، رب تعالےٰ کی طرف دھیان یا توجہ کرنا اس کو مراقبہ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کو اپنے اندر میں اس طرح یاد کرنا ہے کہ کوئی ذکر (اللّٰہ اللّٰہ) کرنا نہ ہو بلکہ مذکور ہی دھیان میں رکا جائے اس کو مراقبہ کہا جاتا ہے۔ مراقبہ میں اللہ تعالےٰ کی ذات کی طرف متوجہ رہنا ہے نہ کہ اس کے اسم کی طرف۔ خیال کو مجرّد کر کے اس طرح اندر لیا جائے کہ باہر کی کوئی چیز خیال کے ساتھ اندر نہ آئے، صحیح مراقبہ یہی ہے۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ مراقبہ بلّی سے سیکھنا چاہیئے کہ کس طرح ایک سُو ہو کر چوُہے کو پکڑنے کے لئے سوراخ پر متوجہ ہو کر بیٹھتی ہے اس وقت اگر کوئی بھی اس کے آگے سے گذر جائے تو اس کو بالکل خبر نہیں ہوتی۔ سالک کو بھی اسی طرح اپنے قلب پر متوجہ ہو کر بیٹھنا ہے۔ ـــــ مُراقبہ کی صحیح صورت یہی ہے۔ یہ حالت دو تین طریقوں سے حاصل ہوتی ہے: ایک یہ کہ ذکر ملکہ بن جائے اور اس کے بعد اسم خود بخود بند ہو جائے اور صرف مذکور اس کی جگہ رہ جائے۔ دوسرا

یہ کہ سالک اپنے اندر میں اس طرح متوجہ رہے کہ خدا تعالی اس کے دھیان کے آگے ہے اور اتنا قریب ہے کہ بال برابر بھی دور نہیں۔ اس حالت میں بیٹھنے کے وقت غیر خدا کا خیال بالکل اندر میں نہ آئے۔ جب یہ حالت پختہ اور دائمی ہو جائیگی تو نفس "فَنَا فِی اللّٰہ" ہو جائیگا اور بعد میں "بَقَا بِاللّٰہ" پائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ نفس جس کسی کے خیال میں ڈوبے گا اس میں فنا پاکر اس کے ساتھ بقا پائے گا۔

تیسرا، یہ کہ ہر چیز کی صورت دیکھ کر اس کی نفی کی جائے اور وہی بے صورت سبحانہ وتعالی کو موجود سمجھا جائے، پھر اس کو اپنے اندر میں لے جاکر قائم کیا جائے۔ مراقبہ کے ذریعے سالک جلد واصل باللہ ہو جاتا ہے۔

"وَاصِل بِاللّٰہ" کا تیسرا طریقہ رابطہ کا ہے، جب سالک کسی ولی اللہ یا نبی اللہ سے دل اور روحانی تعلق جوڑ لیتا ہے اور اس کی طرف باادب متوجہ رہتا ہے تو اس بزرگ کی روحانیت بھی خود بخود اس کی طرف متوجہ رہتی ہے اور اس کا رنگ سالک کی روحانیت پر آجاتا ہے۔ کبھی کبھی اس بزرگ کی روح متشکل ہو کر اس کے سامنے ظاہر ہوتی ہے اور اس کی رہنمائی کرتی ہے، بعد میں سالک اس بزرگ میں فنا پاکر اس کے ذریعے فنا فِی اللّٰہ ہو جاتا ہے۔ اگر وہ بزرگ فنا فی اللہ نہیں تو جس مقام پر وہ ہوگا یہ سالک بھی وہیں پہنچ جائیگا اور مزید ترقی نہیں کریگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسے بزرگ میں فنا ہو جو خود فنا فی اللہ

ہو کر بقا باللہ ہو گیا ہو۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ سالک محض ذکر کے ذریعے فنافی اللہ کے مرتبہ پر نہ پہنچ پائے، لیکن محض رابطہ کے ذریعے ضرور پہنچ جائے گا۔

حضرت قبلہ گاہم قدس اللہ سرہٗ کی اس تحریر سے معلوم ہوگا کہ ان کے طریقۂ سلوک میں اول ذکر کے کچھ مراحل ہیں اور ان کے ساتھ رابطہ کا ابتدائی مرحلہ بھی ہے۔ اول اسم "اللّٰہ" کا اور بعد میں "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کا ذکر ہے۔ ان کے بعد مجددی مراقبات کی طرف اشارہ ہے اور ان میں مدنی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رابطہ شامل ہے۔ یہ سب تفصیلی باتیں ہیں جن کا اجمال اوپر بیان کیا گیا ہے۔ بزرگوں سے ایسا ہی معلوم ہوا ہے، باقی رب تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

حضرت قبلہ گاہم قدس اللہ سرہٗ نے سلوک کو شروع کرنے سے پہلے چند باتوں کو نہایت ضروری سمجھا ہے۔

وہ یہ ہیں:

۱:۔ نیت کو خالص رکھنا۔

۲:۔ کامل مرشد کو ڈھونڈنا، انکے آداب کو بجا لانا اور اس کے ساتھ رابطہ قائم کرنا۔

۳:۔ شریعت کا اتباع کرنا اور بدعت سے بچنا۔

۴:۔ خود بینی سے بالکل بچنا اور پرہیز کرنا۔

۵:۔ رب تعالیٰ کی رضا اور تسلیم میں راسخ ہونا۔

امید ہے کہ حضرت قبلۂ گاہم قدس اللہ سرہٗ کی اس تحریر سے سالکوں کو طریقت کے پر دہشت دریا کو عبور کرنے میں مدد ملے گی اور حقیقت تک پہنچنے میں آسانی ہو گی، جہاں محبت اور معرفت کے میٹھے پھل ملتے ہیں اور وہ کچھ ملتا ہے جس کو نہ آنکھ نے دیکھا ہے نہ کان نے سُنا ہے اور نہ وہم و گمان میں آسکتا ہے۔ یہ سب کچھ اس کے فضل سے ملتا ہے، انسان کا اچھا عمل بھی اس کے فضل کا نتیجہ ہے۔

اے اللہ! ہم ہر حال میں تجھ سے تیرا فضل مانگتے ہیں۔ ہم تیرے توفیق سے تجھ سے وہی مانگتے ہیں جو تو چاہتا ہے کہ ہم تجھ سے مانگیں۔

آمین!

خاکپائے اولیاء اللہ سے پست تر

احقر:

علی نواز ج۔ جتوئی

(نقشبندی، مجددی مصطفائی)

ابتدائی سلوک

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی.

اَمَّابَعدُ: حقائق آگاہ، معارف پناہ خلیفہ میاں جہان خان شکارپوری جو کہ جناب حضرت قبلہ گاہم مبرور و مغفور قدس سرہٗ کے مخلص مریدین میں سے ہیں، ایک مرتبہ اس فقیر سے ملاقات کے دوران استدعا کی کہ ابتدائی سلوک کے قاعدوں کو تحریر میں لایا جائے۔ اگرچہ یہ عاجز خود میں ایسے کام کی لیاقت نہیں دیکھتا، پھر بھی ان کی خاطرداری کو لحاظ میں رکھا۔ اس امید سے کہ اگر ان سطور کے مطالعہ سے کسی کو یہ مضمون اچھا لگے تو محمد حسن مجددی کو اچھے خاتمے کی دعا سے یاد اور شاد فرمائے۔

نقشبندی طریقہ کے سلوک کو شروع کرنے سے پہلے وہ شرائط جو لازمی ہیں، ان کو تحریر میں لایا جاتا ہے تاکہ سالک بصیر امر بن جائے۔

اول منظوم شجرہ شریف کو برکت کی خاطر بیان کرتا ہوں:

احمدؐ و صدیقؓ و سلمانؓ و قاسمؒ و جعفرؒ است

بایزیدؒ و بوالحسنؒ و بوعلیؒ تاجِ سر است

یوسفؒ است و غجدوانیؒ عارف و محمودؒ

وہم ازعلی رامیتنی سماس شمس خاور است

سیّد میر کلالؒ است و بہاؤ الدینؒ ولی
خواجہ یعقوبؒ و عبید اللہؒ بفضلِ داور است
زاہد و درویش خواجہ امکنہؒ باقی بحق
احمدؒ و معصومؒ گنج و صبغۃ اللہ گوہر است
از امام العارفین معصوم ثانیؒ شد پدید
شد غلام محمدؒ چو لعل و شہ صفیؒ چوں گوہر است
ہست فضل اللہؒ منور از شعاعِ نور او
حضرت شیخ عبد قیومؒ آفتابِ انور است
شد ختامِ اولیا، غوثِ زماں قیومِ وقت
حضرت شہ عبد الرحمانؒ ہمچو در ازہر است
ورد کن اسمائے ایشاں را می خواں ہر زماں
تا بفضلِ حق ترا اسمائے ایشاں یاور است

اما بعد، میں کہتا ہوں کہ جب طالب میں طریقۂ نقشبندیہ کا شوق پیدا ہو تو اول یہ خالص نیت کرے کہ مولیٰ پاک کی محبت حاصل کرنے کے بغیر کوئی اور خیال، دنیوی متاع خواہ اخروی نعمت کا دل میں نہ رکھوں گا۔ اس کے بعد ایسے پیر کی طلب کرے جس کا ظاہر شریعت سے اور باطن معرفت کے انوار سے سجا ہوا ہو، اس معاملہ میں بہت تحقیق اور بجد کوشش سے کام لیا جائے، خصوصاً اس پُر فتن زمانہ میں جب بہت سے انسانی شیاطین نے نیکوں کے لباس میں خود کو چھپا

کر رکھا ہے.

چوں بسے ابلیس آدم روئے است
پس بہرِ دستی نباید داد دست

(جبکہ بہت سے ابلیس آدم کی شکل میں ہیں، اس لئے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جائے، یعنی بیعت نہ کی جائے.)

جس کا باطن انوار سے سجا ہوا ہو تو اس کی صحبت کو پارس جانے اس کے وجود مسعود کو ابدی سعادت کا سرمایہ جانے. پھر شرعی استخارہ کے بعد سچی نیت سے اس کے حضور پُر نُور میں حاضر ہو کر طریقت کی تلقین حاصل کرے اور بحید ادب سے ذکر میں مشغول رہے علاوہ ازیں پیر کے سامنے یا غیر موجودگی میں اس کے ادب کا لحاظ رکھے اور اس کے کسی کام پر قلبی یا زبانی طور پر اعتراض نہ کرے. اس کے طرف پیٹھ نہ پھیرے، اور نہ کھانا کھائے اور نہ پانی پیئے. اس کے گلیم، چادر، لبستر یا جائے نماز پیر قدم نہ رکھے. اپنے آپ کو کلیتہً اس کے حوالے کر دے اور مولیٰ پاک کی محبت اور معرفت کے حصول کا ذریعہ جانے، اپنے دل میں جو وسوسے پائے، ان کو پیر سے نہ چھپائے بلکہ ظاہر کرے. مطلب کہ ہر حال میں حتی الامکان پیر کا ادب بجا لائے کیونکہ طریقت کے فوائد کا دار و مدار اس بات پر ہے.

ادب تاج است از لُطفِ الٰہی
بنہ بر سر، برو ہر جا کہ خواہی

یعنی ادب تاج ہے اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا۔ اس کو اپنے سر پر رکھو، پھر جہاں چاہو جاؤ۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب

بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

یعنی: ہم خدا تعالیٰ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں (کیونکہ) بے ادب اللہ تعالیٰ کے لطف سے محروم رہ جاتا ہے۔

علاوہ ازیں بدعتی اور بے دین لوگوں کی صحبت سے دُور رہے کیونکہ ان کی صحبت زہر قاتل ہے۔

نخست موعظتِ پیرِ مےفروش ایں است

کہ از مصاحبِ ناجنس احتراز کنید

یعنی: پیر مئے فروش (مرشد) کی پہلی نصیحت یہ ہے کہ غیر جنس کی صحبت سے دُور رہو۔

علاوہ ازیں پینے، پہننے، کھانے، کمانے یعنی روزمرہ کی زندگی میں اتباع شریعتِ محمدیہ پر عمل کیا جائے، اوامر اور نواہی پر کاربند رہنا چاہیئے، زمانے کی ان رسوم سے پرہیز کی جائے جو شریعت کے خلاف ہوں اور اُن کو ترک کیا جائے۔ شریعت کو رب تعالیٰ کی طرف سے ترازو سمجھ کر اس میں اپنے اعمال کو تولا جائے اور اگر درست دیکھا جائے تو نعمت ہے ورنہ ان سے باز آنا چاہیئے۔ طریقت کو شریعت کا خادم سمجھا جائے۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا

تواں یافت جز در پئے مصطفےٰ!

یعنی: اے سعدی، یہ محال ہے کہ صاف و شفاف راہ، مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے اتباع کے بغیر حاصل ہو جائے۔!

علاوہ ازیں، اپنے آپ کو کچھ سمجھنا، خود پسندی اور تکبر کو دور کیا جائے، کیونکہ کسی بندہ نے خود بینی سے خدا کا وصل حاصل نہیں کیا۔ کبریائی اور بزرگی کو اپنے مالک کے حوالے کیا جائے اور اس صفت میں اپنے آپکو اس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے:

"الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی واحداً منھما ادخلتہ النار" - یعنی: کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری تہبند ہے، جس میں کسی نے بھی میرا مقابلہ کیا تو اسے دوزخ (آگ) میں ڈالوں گا۔ اس لئے سالک کو چاہیئے کہ عاجزی وانکساری اور نیازمندی کو اپنا شیوہ بنائے۔ اور چشم یقین سے اپنے آپ کو بندہ دیکھے اور بندگی کرے۔ دکھ پر صبر کرے اور سکھ پر شکر کرے۔

علاوہ ازیں سب سے طمع قطع کرے حتیٰ کہ اپنی اولاد میں بھی امید نہ رکھے۔ نفع اور نقصان کو اپنے مولیٰ پاک کا فیصلہ سمجھ کر اس پر راضی رہے۔

علاوہ ازیں قبض (روحانی تنگی) کی حالت میں تنگ اور مایوس نہ ہونا چاہیئے اور روحانی کشادگی (بسط) میں خوشنود اور مغرور نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ دونوں صفات سالک پر ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

علاوہ ازیں سادات اور علماءِ کرام کی عزت کی جائے کیونکہ شریعت

کی موافقت مطابق اس کو طریقت کے شرائط میں سے سمجھا جائے کیونکہ "یار" ان کو چاھتا ہے اور ان کی طرف مائل ہے۔ انہی شرائط کا تفصیل تو بہت طویل ہے مگر جو ضروری سمجھا گیا، اشارتاً بتایا گیا۔

اب اصل مقاصد کو بیان کیا جاتا ہے:

اللہ تعالیٰ تم کو با بخت بنائے، تو سمجھ کہ اس طریقے کے بزرگوں نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں یوں لکھا ہے کہ انسان دس لطائف کا مرکب ہے۔ ان میں پانچ عالمِ امر یعنی روحانی دنیا کے ہیں اور پانچ عالمِ خلق یعنی جسمانی جہان کے ہیں۔ عالمِ امر یعنی روحانی جہان کے جو لطائف ہیں وہ یہ ہیں: قلب، روح، سِر، خفی اور اخفیٰ۔ باقی پانچ جو عالمِ خلق یعنی جسمانی جہان کے ہیں وہ یہ ہیں: خاک (مٹی)، باد (ہوا)، آب (پانی)، آتش (آگ)۔ اور نفس ناطق یعنی بولنے والا نفس: ان میں سے پہلے چار عناصر ہیں۔

نقشبندی طریقہ میں سلوک کی شروعات عالمِ امر کے لطائف سے ہوتی ہے۔ اس لئے لکھا گیا ہے کہ اور طریقوں کی انتہا ہماری ابتدا میں مندرج ہے کیونکہ اور طریقوں میں سلوک کی ابتدا، عالمِ خلق کے لطائف سے شروع ہوتی ہے اور نفس کو مزکیٰ یعنی پاک کرنے کے لیئے بھاری ریاضتیں کی جاتی ہیں اس کے بعد عالمِ امر کے لطائف میں مشغول ہونا پڑتا ہے لیکن طریقہ نقشبندیہ میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے شروعات عالمِ امر سے کی جاتی ہے اور عالمِ خلق کے لطائف خود بخود ان کے ضمن میں طے ہو جاتے

ہیں، اس لئے بڑی بھاری ریاضتوں کی ضرورت نہیں رہتی۔

اس خلاصہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب مرید پیر کی بیعت کرتا ہے تو اول اس کو قلبی ذکر کرنے کی تلقین کی جاتی ہے، جس میں اس کو مشغول رہنا پڑتا ہے اور وہ اس طرح کہ قبلہ کی طرف رخ کرکے گھٹنوں پر بیٹھ کر آنکھیں بند کرکے زبان کو تالو سے ملاکر قلب یعنی دل میں جو بائیں زانوں کے نیچے ہے، خیال سے اور دھیان سے "اللہ۔ اللہ" کہتا رہے اور دل میں سے خطرات وساوس کو دور کرے اور پوری ہمت سے ذکر میں مشغول رہے۔ اس قلبی ذکر کے لیئے کوئی تعداد مقرر نہیں، جتنی زیادہ کوشش کی جائے گی، اتنی جلد اس میں فنا حاصل ہوگی۔ اس لطیفہ کا رنگ سفید ہے اور حضرت آدم صفی اللہ کے قدم یعنی رتبہ کے نیچے ہے۔ وہ سالک جو اس راہ سے واصل ہوجاتا ہے اس کو "آدمی المشرب" کہا جاتا ہے اس ذکر میں اتنی محنت کی جائے کہ ملکہ بن جائے اور دل کبھی بھی غافل نہ رہے اور سالک اگر ارادہ سے بھی ایک لحظہ کے لیئے دل کو ذکر سے الگ کرنا چاہے تو بھی نہ کرسکے۔ پختگی کی علامت یہی ہے کہ زبردستی سے بھی دل غافل نہ رہے۔ اس حالت کو "فنائے قلبی" کہا جاتا ہے۔ اسی کا دوسرا نام "یاد داشت" ہے، فنائے قلبی کے بعد الٰہی امر کے مطابق سالک کا نام اولیاء اللہ کے دفتر میں درج کیا جاتا ہے۔ اس بارے میں ہمارے دادا صاحب نے یہ رباعی کہی ہے؛

جامِ توحید از کفِ ساقی وحدت نوش کن
سلکِ گوہر از لبِ لعلِ محمد پوشش کن

شاخ مرجان را ستونِ سقفِ یاقوتی نما
حُقۂ نرگس ز برگ نسترن سر پوش کن

حضرت شاہ نقشبند رح نے فرمایا ہے۔

لب ببند و چشم بند و گوش بند
گر نہ بینی نورِ حق بر ما بخند

یعنی لب کو بند کرو اور آنکھ اور کان کو بند کرو۔ اگر نورِ حق کو نہ دیکھ لو تو ہم پر خندہ زنی کرو۔ اس رباعی کے معانی میں عجیب اسرار پوشیدہ ہیں جن کے اظہار کی یہاں گنجائش نہیں۔

اس کے بعد روح کا لطیفہ آتا ہے جو دائیں پستان کے نیچے دو انگلیوں (انگشت) کے فاصلے پر ہے اس کا نور زرد ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم یعنی رتبہ کے تحت ہے۔ جو سالک اس راہ سے وصلِ الٰہی حاصل کرتا ہے اس کو "ابراهیمی المشرب" کہتے ہیں۔ اوپر بتائے ہوئے طریقہ کیمطابق سالک روح کے لطیفہ کے مقام پر توجہ اور خیال سے "اللہ۔ اللہ" کہتا رہے یہاں تک کہ وہ عنایت الٰہیؐ سے پکا و پختہ ہو جائے اور روح کی فنا حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد سِر کا لطیفہ ہے جس کی جگہ بائیں پستان کے اوپر دو انگشت پر ہے۔ اس کے نور کا رنگ سُرخ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے قدم یعنی مرتبہ کے تحت ہے۔ اس جگہ پر ذکر بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق توجہ اور خیال سے کیا جائے تاکہ پختہ اور ملکہ ہو جائے۔ جو سالک اس راہ سے واصل ہوتا ہے اس کو "موسوی المشرب" کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد لطیفہ خفی ہے

جس کی جگہ دائیں پستان کے اوپر دو انگشت کے فاصلے پر ہے، اس کے نور کا رنگ کالا (سیاہ) ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم یعنی مرتبہ کے ماتحت ہے۔ جو سالک اس راہ سے واصل ہوتا ہے اس کو "عیسوی المشرف" کہتے ہیں۔ اس جگہ پر سابق طریقہ کے مطابق ذکر کیا جائے۔ تاکہ پختہ ہو جائے اور خفی لطیفہ کی فنا حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد "لطیفہ اخفیٰ" ہے جس کی جگہ سینے کے درمیان اور دوسرے لطائف کے اوپر ہے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم کے تحت ہے جو سالک اس راہ سے واصل ہوتا ہے اس کو "محمد المشرف" کہتے ہیں۔ اس لطیفہ کے مقام پر دستور کے مطابق ذکر کیا جائے تاکہ پختہ اور ملکہ ہو جائے اور اس لطیفہ کی فنا حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد ایک ہی تصور سے پانچوں لطائف کے مقامات سے ذکر جاری رکھا جائے تاوقتیکہ بدن کی ہر جگہ سے ذکر جاری ہو جائے اور سنا جائے، اسی کو "سلطان الاذکار" کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد "نفی اثبات" کا ذکر کیا جائے جس کی نوعیت اب بیان کی جاتی ہے: آنکھیں بند کر کے، زبان کو تالو سے ملا کے سانس کو اندر لے جا کر روکا جائے۔ اور کلمۂ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کو دل کے اندر خیال سے اس طرح ادا کیا جائے کہ لفظ "لا" ناف سے شروع ہو کر اوپر آئے پھر "اِلٰہَ" کو دائیں کندھے تک لایا جائے۔ پھر "اِلَّا اللّٰہُ" کی ضرب شدت سے صنوبری (گوشت والے) قلب پر لگائی جائے ایسے ہی ایک ہی دم (سانس) میں تین مرتبہ ذکر ہو جائے، پھر سانس کو روک کر اسی طرح دوبارہ ذکر کیا جائے۔ جب یہ طریقہ پختہ ہو جائے

کہ بغیر تکلیف کے کیا جائے تو پھر تین کے بجائے پانچ مرتبہ اسی طرح ایک دم
میں ذکر کیا جائے۔ اسی طرح سات مرتبہ پھر نو مرتبہ پھر گیارہ مرتبہ...
تاکہ اکیس مرتبہ کیا جائے۔ جب بھی سانس کو کھولا جائے تو عاجزی اور
شوق سے دل سے کہے "الٰہی انت مقصودی ورضاک مطلوبی"۔
یعنی میرے خدا تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا میری مطلوب ہے۔
اگر حبس دم میں سالک اکیس مرتبہ کلمہ طیب کا ذکر کر سکے اور اس کا نتیجہ
نہ دیکھے یعنی اطمینان قلب، کشفِ قبور اور انکشافِ اسرار حاصل
نہ ہو تو سمجھ لے کہ مطلوبہ شرائط میں کوتاہی ہوئی ہے، اس سے
کوئی بھول ہو گئی ہے۔ اس لئے پھر از سرِ نو "نفی اثبات" کا ذکر دہرائے
اگر سالک باقاعدہ ایسا کرے گا تو ضرور اس ذکر کے نتائج اور فوائد حاصل
کریگا۔ اعداد کے لحاظ کو "وقوفِ عددی" کہا جاتا ہے، سالک کو
چاہیئے کہ صرف ۲۱ عدد پر اکتفا نہ کرے بلکہ بڑھاتا رہے تاکہ تین سو
تراسی (۳۸۳) تک پہنچ جائے۔ "ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء"
اب ہم پہلی بات کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے کہ جب بھی عنایت
الٰہی سے عالمِ امر کے لطائف کی فنا حاصل ہوتی ہے تو اس کے ساتھ
ان کی بقا بھی حاصل ہوتی ہے۔ اسی فنا اور بقا کے بعد لطائف خلقی کی
فنا اور بقا خود بخود حاصل ہوتی ہے۔ خاص طور پر "نفی اثبات" کے ذکر
سے نفس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اور امارگی کو چھوڑ کر مطمئن ہو جاتا
ہے (یعنی احکام الٰہی اور قضا و قدر کو بخوشی قبول کر لیتا ہے)۔ اس وقت
حقیقی ایمان حاصل ہوتا ہے۔ آیت کریمہ "یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا" میں
اس طرف اشارہ ہے۔ جاننا چاہیئے کہ طالب سالک کو لطائف کی فنا حاصل

کرنے تک فرائض، واجبات اور سُنن مؤکدہ کے سوا کوئی اور نفلی عبادت یا تلاوت کرنا نہیں، کیونکہ اس وقت ذکر کرنا نفلی عبادت سے زیادہ مفید ہے لیکن حصولِ فنا اور بقا کے بعد نوافل اور تلاوت زیادہ مفید ہوتے ہیں اور باعثِ ترقی ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ دورانِ ذکر اگر کوئی شیطانی وسوسہ یا خیال آجائے اور غالب ہو کر ذکر سے باز رکھے تو عین اس وقت مرشد کا تصور اس طرح کرے کہ جیسا کہ ان کے سامنے موجود ہے اور اس کو توجہ دے رہا ہے۔ اس سے مکمل فائدہ ہوتا ہے۔

اس کے بعد اگر ہدایت یافتہ طالب کو عنایت الٰہی دستگیری فرمائے اور کمال کی طرف عروج کا شوق عطا کرے تو دس مراقبوں کو شروع کرنا ہوگا جن کا مرجع چہار مراقبے ہیں۔ ان کے بعد سلوک "دائروں" اور "قوسوں" میں داخل ہوتا ہے۔ ان کے بعد "صفات" اور "شیونات" کے اظلال (سایوں) میں داخل ہوتا ہے۔ ان کے بعد ترقی تین حقائق، جیسے، "نماز کی حقیقت، روزہ کی حقیقت اور کعبہ کی حقیقت" میں داخل ہوتا ہے۔ ان کے بعد "تعین" اور "لاتعین" کے مراتب، "محبتِ ذات" اور محض "عبودیت" میں واقع ہوتا ہے اور اس طرف ترقی ہوتی ہے جس کی انتہا ہے ہی نہیں۔ مگر ان مقامات کی تفصیل اور ان درجات کا بیان عوام کے ادراک اور فہم سے باہر ہے۔ بلکہ اکثر اوقات نہ سمجھنے کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا جاتا ہے۔ لیکن حبیب اللہ تعالےٰ کی مدد سے طالب کوشش کریگا اور دس لطائف کی فنا اور بقا حاصل

کریگا تو عنایتِ الٰہی اس کو خود بخود منزلِ مقصود کی طرف کھینچ کرلے جائے گی اور پہنچا دے گی۔ ان کی مکمل تفصیل حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اور مخزنِ اسرار حضرت خواجہ قیوم جان قدس سرہٗ کے مکتوبات، رسالے اور ان کے اوائلی خلفاء کے رسالوں میں درج ہے۔ جو چاہے ان کی طرف رجوع کرے "ان شئت فارجع"۔ اگر ان کے مکتوبات کی طرف رجوع کرو گے تو ان کو بحرِ بے پایاں پاؤ گے۔

جاننا چاہیئے کہ دس لطائف، ان کے مقامات اور نفی اثبات کا کشف اگرچہ بہت بڑی چیز ہے اور اس زمانہ میں بہت تھوڑے انسان ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہے، لیکن مقاماتِ اعلیٰ کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے ایک قطرہ کی نسبت دریائے محیط کی ساتھ ہے۔ بیت:

آسمان نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالی است پیشِ خاک تو

یعنی آسمان عرش کی بنسبت بہت نیچے ہے، ورنہ مٹی کے تودہ سے بہت بلند ہے۔

اس وقت زمانے کے تقاضاؤں کے مطابق ان ہی الفاظ پر اکتفا کی جاتی ہے۔ باقی احوال، جو تفصیل طلب ہیں وقت کی فرصت کیلئے چھوڑے جاتے ہیں۔ خدایا! ہماری غفلتوں اور خطاؤں کی وجہ سے ہم پر گرفت

نہ کرنا؛ آمین۔ سلامتی اسی میں ہے کہ ہدایت کی تابعداری کی جائے۔
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وسلم۔

(یہ رسالہ [اصل فارسی میں] ۹، تاریخ ماہ ربیع الاول مولود شریف
سنہ ۱۳۶۱ھ میں دوپہر کو تحریر میں آیا۔ جس کو محمد علی ولد مرحوم مغفور حاجی
محمد بوبکائیؒ نے تاریخ ۲۴، رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۱ھ میں ٹنڈو
سائیندا د میں نقل کیا)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علے رحمۃ للعالمین وعلے آلہ والصحابہ
اجمعین۔ آمین۔

مترجم:
علی نواز جتوئیؒ

شفیعِ عاصیاں، عالم پناہے
نگاہے بر منِ مسکیں نگاہے
زِ رحمت کُن شہہ خُوباں نگاہے
ندارم در جہاں جُز تو پناہے

ضامن حسنی

کتاب ملنے کا پتہ:

انجمنِ غلامانِ مصطفیٰ

گلزارِ خلیل، سامارو، ضلع عمر کوٹ۔

حنفیہ مسجد، داؤد گوٹھ، ملیر سٹی، کراچی نمبر ۲۳۔